حضرت بانی جماعت احمدیہ پر چند اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹/ مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۳﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۵﴾ (الزخرف: ۵۲ تا ۵۵)

اور پھر فرمایا:

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے وہ سورۃ الزخرف سے آیت ۵۲ سے ۵۵ تک سے لی گئی ہیں۔ ان میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جب فرعون نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار پر آمادہ کیا تو اس وقت اس نے جو دلائل پیش کئے ان میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ موسیٰؑ چھوٹا آدمی ہے اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں اور دوسری دلیل یہ تھی کہ فصیح الکلام نہیں، اپنی بات ٹھیک طرح بیان نہیں کرسکتا اور یہ بات ایسی ہے جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ

السلام خود بھی اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے رب سے یہ عرض کی: وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هُرُونَ ﴿۱۴﴾ (الشعراء: ۱۴) یعنی اے میرے اللہ! میرا سینہ تنگ ہے یعنی کھل کر بات نہیں نکل سکتی وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي اور زبان اچھی طرح نہیں چلتی اس لئے مجھے چھوڑ دے اور ان کی طرف ہارون کو بھیج دے۔

چنانچہ فرعون نے اپنی طرف سے ان کے علاوہ بھی بعض دلائل پیش کئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان لغو دلائل کے نتیجہ میں جو زیادہ تر دھونس سے تعلق رکھتے تھے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ اس نے اپنی قوم کو خائف کر دیا۔ چنانچہ فرعون کے ڈر سے قوم نے اس کی بات مان لی اور خدا کے نبی کا انکار کر دیا۔ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ انہوں نے فرعون کے ڈر سے انکار کیا ہے لہٰذا وہ بری الذمہ ہیں اور ان کا کوئی قصور نہیں بلکہ یہ نکتہ بیان فرمایا کہ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ کہ وہ لوگ فاسق ہیں جنہوں نے خوف کے نتیجہ میں ایک ظالم آدمی کی بات مانی اور وقت کے نبی کا انکار کر دیا۔

ان آیات میں دیگر امور کے علاوہ یہ بات بہت اہم ہے کہ ظالم لوگ فاسقوں پر ہی حکومت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور انہی کو دبانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر قوم میں فسق نہ ہو تو کوئی جابر آدمی اس قوم کو نہیں دبا سکتا اس لئے ایسے موقع پر استغفار سے کام لینا چاہئے۔ اگر حاکم وقت ظالم اور جابر ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ بعض مجبور اور مظلوم، ظلم کی چکی میں پیسے جاتے ہیں لیکن اپنی بات نہیں چھوڑتے، اپنے ایمان میں خلل نہیں پیدا ہونے دیتے۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے کہیں فاسق کا لفظ استعمال نہیں فرمایا لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو حاکم وقت کے دباؤ کے نتیجہ میں اپنے دین کو بدل دیتے ہیں، اپنے عقائد کے خلاف بات کرنی شروع کر دیتے ہیں، جو بات دل میں نہیں اس کا اقرار اپنی زبانوں سے کرنے لگ جاتے ہیں اور اپنی قلموں سے لکھنے لگ جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن کریم نے فسق قرار دیا ہے۔

بہر حال جو واقعہ مدتوں پہلے مصر میں گزرا تھا اسی قسم کے واقعات اور حالات آج بد قسمتی سے پاکستان میں گزر رہے ہیں۔ وہی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ وہ بوسیدہ باتیں بیان کی جا رہی ہیں جو ہمیشہ آئمہ وقت کے خلاف ان کے مقابل پر لوگ گھڑا کرتے ہیں اور جو الزام وہ لگایا کرتے ہیں وہی

آج دہرائے جارہے ہیں۔

چنانچہ حکومت پاکستان نے جماعت احمدیہ کے خلاف وائیٹ پیپر کی طرز پر جو رسالہ شائع کیا ہے اس میں ایک اعتراض بالکل وہی ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے۔ مثلاً ق اور ک کو۔ بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے''

(قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۲)

یہ حوالہ انہوں نے درج کیا ہے اور رسالہ کا عنوان ہے'' قادیانیت۔ اسلام کے لئے سنگین خطرہ''۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت تھی آپ صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے تھے تو اس سے اسلام کو کیا خطرہ لاحق ہو گیا۔ اسلام کو اتنا شدید خطرہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت تھی۔ نادانی کی بھی کوئی حد ہے کوئی واقعی خطرہ کی بات ہو تو انسان مانے بھی کہ ہاں یہ عنوان درست ہے۔ رسالہ کا عنوان ہے'' قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ'' اور دلیل یہ پیش کی جارہی ہے کہ مرزا صاحب کی زبان میں لکنت تھی۔ صحیح طور پر تلفظ ادا نہیں کر سکتے تھے جبکہ ان لوگوں کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بزرگوں اور انبیاء کی زبان میں لکنت ہو یا وہ غیر فصیح ہوں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور ان کی زبان سے اقرار کروایا کہ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ (القصص: ۳۵) میں فصیح الکلام نہیں، ہارون مجھ سے زیادہ فصیح کلام کر سکتا ہے۔ اگر واقعی لکنت قابل اعتراض امر ہے تو اللہ تعالیٰ نے کم فصیح کو کیوں چن لیا، لکنت والے کو کیوں چن لیا۔ پس قرآن کریم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے خود غیر فصیح ہونے کا اقرار کروا رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ دین الٰہی کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے لیکن جب یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل پر بات کرتے ہیں تو چونکہ مقدر یہ ہے کہ دشمن جو باتیں ماضی میں دہراتے رہے، وہی باتیں اب بھی دہراتے رہیں اس لئے فرعون نے جو اعتراض کیا کہ موسیٰؑ غیر فصیح ہے، زبان میں لکنت ہے۔ وہی

اعتراض آج ان کو دہرانا پڑا اور انہوں نے تفاسیر میں بھی لکنت اور زبان کی دقت کے متعلق بہت سے قصے لکھے ہوئے ہیں۔ تفسیر روح المعانی تفسیر سورۃ الشعرا میں لکھا ہوا ہے:

''گھٹے گھٹے ماحول کی وجہ سے آپ (حضرت موسیٰؑ) کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی تھی اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے بعض اوقات فصحاء پر بھی جب غم شدت اختیار کرتے ہیں اور ان کے سینوں میں گھٹن پیدا کرتے ہیں تو ان کی زبانوں میں بھی تردد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقصود کو بیان نہیں کرسکتے''۔ (ترجمہ)

بہر حال کوئی بھی وجہ پیش کی جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے متعلق فتح القدیر، تفسیر جلالین، تفسیر الخازن کے علاوہ دیگر تفاسیر میں بھی ہر پڑھنے والا شوق سے اس کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اسلام میں بھی ایسے مسلمہ بزرگ ہیں جو عظیم الشان مقام رکھتے ہیں اور ان کے متعلق یہی گواہی پائی جاتی ہے کہ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کیا یہ لوگ حضرت بلالؓ کو بھول گئے ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلالؓ کہا کرتے تھے اور جب وہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کی بجائے اسھد ان لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے تو صحابہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ انہیں غصہ نہیں آتا تھا اور نہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے نتیجہ میں اسلام کے لئے سنگین خطرہ قرار دیتے تھے بلکہ وہ شدت غم سے تڑپتے اور بلکتے تھے کیونکہ انہیں یاد آجاتا تھا کہ حضرت بلالؓ اسی آواز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی اسھد ان لا الہ الا اللہ ہی پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان میں بھی لکنت تھی۔ تفسیر روح المعانی زیر تفسیر سورۃ طٰہٰ: الایۃ واحلل عقدۃ من لسانی پر لکھا ہے کہ:

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت تھی جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حسینؓ نے یہ لکنت اپنے چچا حضرت موسیٰؑ سے ورثہ میں پائی ہے''۔

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے: ''یہ بھی بیان کیا جاتا

ہے کہ مہدی منتظر کی زبان میں بھی لکنت ہوگی اور بعض دفعہ اس کی زبان جب کلام کو بیان کرنے سے پیچھے رہ جائے گی تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر مارے گا''۔(تفسیر روح المعانی تفسیر سورۃ طٰہٰ :الایۃ ۔یفقھوا قولی)

تو اگر امام مہدی نے پیشگوئیوں کے مطابق اس مزعومہ خطرہ کے ساتھ آنا تھا تو پھر اس خطرہ کو قبول کرنا پڑنا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کی سچائی کی علامت ہے۔

میں ایک بات بتانی بھول گیا کہ اس رسالہ میں جو حوالہ الفضل مورخہ ۱۴ استمبر ۱۹۳۸ء کا دیا گیا ہے آپ الفضل اٹھا کر دیکھ لیں الف سے یاء تک اس کا کوئی ذکر ہی موجود نہیں ۔ گویا سارا حوالہ ہی فرضی ہے۔ ظلم کی بھی حد ہوتی ہے عجیب حکومت ہے کہ اتنا فرضی قصہ گھڑا ہے کہ سارے الفضل میں اس مضمون کا کوئی ذکر اذکار ہی موجود نہیں ہے محض دنیا کو دھوکا دینے کے لئے اپنی طرف سے ایک حوالہ وضع کرلیا گیا ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ:

''مرزا صاحب ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہو گئے جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اس وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا تقریباً چار سال انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۸۵ء میں اسے خیر باد کہا''۔ (قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۹،۱۰)

اس اعتراض کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ ہے کہ ''پندرہ رپے ماہانہ کا ملازم'' گویا ''مہین'' یعنی بہت ہی معمولی انسان تھا، اسے خدا تعالیٰ کیسے نبی چن سکتا تھا۔ وہی فرعون والی بات یہاں دہرائی گئی ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو نبی بننے ہوتے ہیں وہ تو کسی غیر کی نوکری نہیں کیا کرتے۔ علاوہ ازیں اس حوالے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک سراسر افتراء یہ کیا گیا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ من ذالک اس زمانہ میں چوری کی تھی جس کی وجہ سے آپ گھر سے نکلے۔

اس کے متعلق ہم نے تلاش کیا کہ کہیں کوئی ایسا واقعہ ملتا ہو جس پر انہوں نے اس اعتراض کی بنا کی ہے تو ہمیں سیرۃ المہدی (جلد نمبر ا صفحہ :۴۳-۴۴ روایت نمبر ۴۹) کی یہ روایت ملی کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دادا کی پنشن لینے سیالکوٹ گئے تو مرزا امام الدین جو آپ کے خاندان ہی کا ایک فرد تھا وہ آپ کے پیچھے پڑ گیا اور آپ سے وہ رقم ہتھیا لی اور وہ بھاگ گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان واپس نہ گئے اور بہتر سمجھا کہ ملازمت کر کے گزارا کر لیا جائے بجائے اس کے کہ نقصان کے بعد گھر والوں کو منہ دکھاؤں۔

یہ واقعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھول پن کا، آپ کے تقویٰ اور حیا کا۔ اور جہاں تک دھوکہ دینے والے کا تعلق ہے وہ دھوکا دینے والا نہ صرف یہ کہ احمدی نہیں تھا بلکہ شدید مخالف تھا، چوری وہ کرتا تھا اور الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر، آخر مخالفین نے ضرور یہ روایت پڑھی ہوگی جس سے یہ خیال گزرا ہوگا کہ اس کو الزام کے طور پر استعمال کیا جائے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ سراسر جھوٹ اور بے بنیاد اتہام ہے آپ کے متعلق تو ایک ایسے شخص (جو بعد میں آپ کا شدید مخالف بنا) کی اپنی گواہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عمر انتہائی تقویٰ کے ساتھ گزاری لیکن اس سے پہلے میں آپ کو یہ سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے آپ پر چوری کا یہ الزام کیوں لگایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نبیوں پر بھی چوریوں کے الزام لگانے کے عادی ہیں کجا یہ کہ کسی کو غیر نبی مانتے ہوں یا کسی کو مفتری سمجھتے ہوں اور جس کو مفتری کہیں گے اس پر تو بڑھ بڑھ کر الزام لگائیں گے انبیاء کو بھی نہیں چھوڑتے۔

چنانچہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جو یہ واقعہ آتا ہے کہ بھائیوں نے بن یامین کے معاملہ میں کہا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف نے بھی چوری کی تھی تو یہاں یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس واقعہ کو ایک جھوٹے الزام کے طور پر پیش کیا ہے نہ یہ کہ اسے تسلیم کیا ہے بلکہ صرف یہ بتانے کے لئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ انبیاء پر جھوٹے الزام لگا کرتے ہیں اور ان کی دل آزاری کی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے بعض مسلمان مفسرین نے خود اس واقعہ کو تسلیم کر لیا ہے اور پھر باقاعدہ اس چوری کی چھان بین بھی شروع کر دی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا چوری کی ہوگی۔ مختلف تفاسیر میں جن میں سے تفسیر جلالین زیر آیت فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (یوسف:۷۸)

تفسیر الخازن الجزالثالث زیر آیت فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ تفسیر فتح القدیر اور تفسیر روح المعانی میں بھی اس آیت کے تابع حضرت یوسف علیہ السلام کی فرضی چوری کی جستجو کی گئی ہے۔ان سب مفسرین میں یہ اختلاف ہے کہ کیا چیز چوری کی تھی لیکن ان کا اس پر اتفاق ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** حضرت یوسفؑ چور تھے اور خدا کے نبی بھی اور باوجود اس چوری کے اقرار کے نہ ان کے دین کو کوئی خطرہ ہوا اور نہ عالم اسلام کو۔

اب سنئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی چوری سے متعلق کیا کیا اختلافات ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ سونے کا بت تھا، بعض کہتے ہیں کہ مرغی تھی، بعض کہتے ہیں نہیں اتنی بڑی چیز نہیں تھی انڈا تھا مرغی نہیں تھی، بعض کہتے ہیں کہ کھانا چرایا تھا لیکن فقیروں کو دینے کے لئے چرایا تھا۔الغرض یہ لوگ انبیاء کے متعلق ایسی ظالمانہ باتیں تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ان کی نبوت پر شک کی کوئی گنجائش نہیں سمجھتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹا الزام لگانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جہاں تک آپ کے کردار کا تعلق ہے۔سیالکوٹ کے زمانہ میں جس کا اس الزام میں ذکر کیا گیا ہے مولوی ظفر علی خان کے والد محترم منشی سراج الدین صاحب کی گواہی سنئے ۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانہ میں جانتے تھے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے کاروبار ملازمت کے بعد (یعنی آپ نے سیالکوٹ میں ملازمت کی تھی) ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے“۔(اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ۱۳)

مولوی محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں:

”مولف براہین احمدیہ مخالف اور موافق کے تجربے اور مشاہدے کی روسے واللہ حسیبہ شریعت محمدیہ ﷺ پر قائم پرہیز گار اور صداقت شعار ہے“۔

(اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۹ صفحہ ۲۸۴)

جہاں تک نبی کے نوکری کرنے کا تعلق ہے اس کے متعلق یہی معترض یعنی دیوبندی اور اہل حدیث خود تسلیم کرتے ہیں اور انہیں ماننا پڑتا ہے کہ نبی کسی غیر نبی کی نوکری کرسکتا ہے کیونکہ قرآن کریم

میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نوکری کا کھلم کھلا ذکر فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہنا ویسے ہی بڑی بے عقلی کی بات ہے کہ نبی نوکری نہیں کر سکتا۔ آخر کیوں نہیں کر سکتا؟ اس کی کوئی دلیل نہیں دیتے، کوئی بنیاد نہیں اور نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم نے ایک ایسے نبی کا واضح طور پر ذکر کیا ہے جس نے غیر قوم کی نوکری کی اور خود اپنی خواہش سے مال کا شعبہ طلب کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق اہل حدیث کے ایک عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ:

''ہم قرآن مجید میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام سلطنت کرتے تھے۔ کسی ایک نبی کا فعل بھی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے''۔ (''اہل حدیث'' امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ نمبر ۴)

پھر ''اہل حدیث'' اپنی اشاعت ۲۵/ اکتوبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ میں لکھتا ہے:

''حضرت یوسف علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک کئی رسول اور نبی ایسے ہوئے ہیں جو اپنے زمانہ کی حکومتوں کے ماتحت رہے''۔

پھر تعجب ہے کہ وہ انبیاء کیوں اپنے دین کے لئے خطرہ نہیں بن گئے؟

ایک اور اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ کیا گیا ہے کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرہ نسب وسطی ایشیا کے مغلوں سے ملاتے ہیں اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے (کتاب البریہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء صفحہ نمبر ۱۳۴) بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرہ نسب ایرانیوں سے ملتا ہے یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک ﷺ کی اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہرا سکیں جس میں آنحضور ﷺ نے اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تعین نہ کر سکے کہ وہ کون سے سلسلہ نسب سے تعلق رکھتے ہیں، سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے

بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضور ﷺ کی اولاد سے۔اور بالآخر انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں از روئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھے۔انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الاصل ہیں“۔

(قادیانیت،اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ نمبر ۹،۱۰)

یہ سارا قصہ جو ان لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑا ہوا ہے اس میں بہت سی باتیں قابل ذکر ہیں۔اب ان کا باری باری ذکر کرتا ہوں۔ایک حصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو ایرانی الاصل اس لئے قرار دیا کہ اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرا سکیں جس میں اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی گئی ہے تحریف کرنے میں یہ بھی ان کا کمال ہے کہ اصل حدیث بیان کرنے کی جرأت ہی نہیں ہے۔اس حدیث میں تو یہ ذکر ہی نہیں کہ ایرانی مسلمان اسلام کی خدمت کریں گے اس میں تو یہ ذکر ہے کہ ایمان اٹھ جائے گا،ثریا پر چلا جائے گا۔اس حدیث کی ایک روایت میں رجل یعنی ایک شخص کا ذکر ہے اور ایک دوسری روایت میں رجال کا لفظ آتا ہے **لناله رجل او رجال من هولآء**۔(صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر ۴۵۱۸) آنحضرت ﷺ نے سورہ جمعہ کی آیت کی تفسیر میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان آسمان پر بھی اٹھ گیا ثریا تک بھی چلا گیا تو ان میں سے ایک شخص یا اشخاص ایسے ہوں گے جو اسے دوبارہ زمین پر کھینچ لائیں گے کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی جرأت نہیں تھی اس لئے آنحضرت ﷺ کے کلام کو جان بوجھ کر توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے گویا آپؐ نے اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی ہے اور اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا مصداق بننا چاہتے تھے۔جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شجرہ نسب کا تعلق ہے آپ فرماتے ہیں:

”ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل عیال میں سے تھے

اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے‘‘۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۶۲، ۱۶۳ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:

’’جیسا کہ بظاہر سمجھا گیا ہے یہ خاندان مغلیہ خاندان کے نام سے شہرت رکھتا ہے لیکن خدائے عالم الغیب نے جو دانائے حقیقتِ حال ہے بار بار اپنی وحی مقدس میں ظاہر فرمایا ہے کہ یہ فارسی خاندان ہے اور مجھ کو ابناء فارس کر کے پکارا ہے‘‘۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۸۰ حاشیہ)

اب یہ ہے معمہ حکومت پاکستان کے نزدیک اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ جس کے خاندان میں یہ شبہ ہو کہ وہ فارسی الاصل ہے یا مغل ہے یا اس کے آباء واجداد میں سید عورتیں تھیں یا نہیں تھیں وہ اسلام کے لئے سنگین خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں میں کوئی تضاد ہی نہیں یہ محض ان کی کم فہمی ہے جو ایسا تضاد دیکھ رہے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں بیک وقت درست ہیں چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں جو تحقیق کی ہے اس میں پہلی بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جد امجد جن کا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے وہ سمرقند سے آئے تھے اور سمرقند موجودہ دور میں ایران میں شامل نہیں ہے اور مشکل یہ تھی کہ اگر سمرقند سے آئے تھے اور یہ روایت بھی یقینی ہے اور پھر مغل بھی کہلاتے ہیں تو اہل فارس کس طرح ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً خبر دی اور آپ کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی بات قابل یقین نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے موجودہ جغرافیہ کو درست سمجھتے ہوئے ایک طرف تو یہ بھی اقرار کیا کہ ہم سمرقند سے آئے ہیں اور یہ بھی اقرار کیا کہ تاریخ دان ہمیں مغل ہی بتاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ آپ نے کسی غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ فارسی الاصل ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی میرے پاس کوئی دلیل ہے لیکن خدا نے (جو عالم الغیب) مجھے یہ خبر دی ہے کہ

’’تم فارسی الاصل ہو‘‘ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۶۲، ۱۶۳ حاشیہ)

چنانچہ جب میں نے اس سلسلہ میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیہ بھی

بدلتے رہتے ہیں اور ملکوں کی کوئی ایسی باؤنڈری لائن (Boundry Line) نہیں ہوتی جو ہمیشہ سے ایک جیسی چلی آرہی ہو۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد ۹ بیان کرتا ہے کہ:

''شہنشاہ ایران فیروز شاہ پور یعنی یہ وہ بادشاہ ہے جو آنحضرت ﷺ سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اس کے زمانہ میں سمرقند ایرانی سلطنت کی سرحدی ریاست سوگ دیانہ کا دارالخلافہ تھا اور سمرقند سے سرحد کا فاصلہ ایک سو بیس کلو میٹر سے بھی زیادہ تھا اس حد تک ایرانی ریاست آگے بڑھی ہوئی تھی''۔

پھر انسائیکلو پیڈیا لکھتا ہے (یہ الفاظ میرے ہیں لیکن یہ ثبوت وہاں قطعی طور پر موجود ہے) کہ خسرو پرویز کے وقت بھی (یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا جو بادشاہ ہے) سمرقند ایرانی سلطنت کا حصہ تھا اور پھر کئی سو سال بعد تک یہ شہر ایران کا حصہ رہا۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد ۹)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب خدا نے خبر دی تھی جو بالکل سچ ہے اور آپ کے ان بیانات میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد سمرقند سے آئے تھے اور اُس وقت سمرقند اہل فارس کا حصہ تھا اور سمرقند کے باشندے اہل فارس کہلاتے تھے اور جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغل تھے یا نہیں یہ ایک ضمنی بحث بن جاتی ہے کیونکہ جو مغل ہندوستان میں آکر بس گئے وہ ہندوستانی مغل بن جاتے ہیں، جو افغانستان میں جا کر بس گئے وہ افغانی مغل بن جاتے ہیں اس لئے یہ بحث نہیں ہے کہ مغل تھے یا نہیں لیکن اگر اس بحث کو بھی اٹھایا جائے تو اس بارے میں محققین کی گواہی سن لیجئے، وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مغل بھی کہلاتا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہی مغل ہو جو منگول سے آئے تھے۔ چنانچہ مسٹر سٹینلے پول شاہان مغلیہ کی تاریخ کی مستند کتاب Medieval India Under Mohammadan Rule میں لکھتے ہیں:

"The term Moghal.......came to mean any fairman from Central Asia or Afghanistan as distinguished from the darker native

Indians,the various foreign invaders or governing Muslims class Turks, Afghans Pathans and Moghals eventually became so mixed that were indifferently termed Moghal".

(مطبوعہ ٹی فشر اَن وِن لمٹیڈ۔لندن۔پندرھواں ایڈیشن ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۹۷ حاشیہ)

ترجمہ یہ ہے کہ:

مغل ہندوستان کے کالے باشندوں کو ایشیا کے دوسرے باشندوں میں ممیّز کرنے کے لئے بولا جاتا تھا مختلف حملہ آور حکمران مسلمان، ترک، افغان، پٹھان اور مغل کچھ اس طرح مل جل گئے کہ سب کو بلا امتیاز مغل کے نام سے پکارا جانے لگا ہر گورے شریف آدمی کو مغل کہا جاتا تھا۔

پس یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔اول تو یہ بھی ایک بے معنی اور بے حیثیت اعتراض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغل تھے یا نہیں۔آپ تو فرماتے ہیں کہ ہمیں مغل کہا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ حقیقت حال کیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ تاریخ کی بات غلط ہی ہو کیونکہ اس میں غلطی کے امکان ہیں بلکہ تاریخ دان بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی اس میں غلطی کے امکانات موجود ہیں مگر جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل فارس ہونے کا تعلق ہے اس میں تو کوئی شک ہی باقی نہیں رہتا کہ آپ واقعی فارسی الاصل ہیں۔

ایک اور بڑا بھاری اعتراض یہ اٹھایا گیا ہے کہ:

''ان کے بعض قریبی عزیز ان کے سخت مخالف تھے ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے جو رشتے میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی۔بڑے وجیہ انسان تھے، سفید براق داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں۔ بہشتی مقبرہ کے قریب بیٹھے رہتے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے، مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے آخر میں نے کیوں نہ اس کو مان لیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے

کے لئے کھولی گئی ہے میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں، اصل میں آمدنی کم تھی بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا اس لئے یہ دکان کھول لی ہے آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا، پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں، یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں''۔ (قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۲، ۱۳)

یہ ہے وہ اعتراض جس کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (**نعوذ باللہ**) عالم اسلام کے لئے ایک سنگین خطرہ بن گئے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو سب نبیوں سے افضل اور مقصود کائنات تھے آپؐ پر بھی بعینہٖ یہی بات صادق آتی ہے کہ آپؐ کے قریب ترین رشتہ دار آپ کے شدید ترین دشمن بن گئے اتنے شدید کے بعضوں کا نام قرآن کریم میں ابولہب کے طور پر مشہور ہے اور اصل نام کو تو اکثر لوگ جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا تھا۔ وہ شدید دشمن آپؐ کا چچا تھا اور اس کا پیشہ بھی یہی تھا کہ وہ ہر وقت لوگوں کو بہکاتا رہتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ ہم جانتے ہیں ہمارے خاندان کا لڑکا ہے۔ تم لوگوں کو جو باہر سے آنے والے ہو اس کے بارے میں کیا پتہ۔ اس پر بس نہیں مکہ کی ناکہ بندی کر کے قریش باہر سے آنے والوں کو دھوکا دیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** یہ بڑا ظالم ہے۔ کوئی جادوگر کہتا تو کوئی مجنون اور کوئی بیہودہ ناموں سے یاد کرتا تھا اور سب یہی کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے۔ کذاب ہے، مفتری ہے (**نعوذ باللہ من ذالک**) تم نہیں جانتے ہم تو گھر والے لوگ ہیں اس لئے ہم جانتے ہیں۔

پس ان معاندین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگاتے ہوئے کوئی خیال نہیں آیا کہ وہ اعتراض جو سید ولدِ آدم، مقصود کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کیا گیا اسے بڑے فخر کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دہرا رہے ہیں۔

اس اعتراض کے سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء کے آخری حصہ کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا مرزا شیر علی اتنا بڑا بزرگ تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ بھی یہ مانتے ہیں کہ وہ بہت بزرگ تھا اور اس طرح وہ راستہ میں

بیٹھا ہوتا تھا تو اس سے صاف پتہ چلا کہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ تھے۔ اس تقریر کا اگلا حصہ انہوں نے پیش نہیں کیا۔ حضرت مصلح موعود تو اس تقریر میں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اسی طرح خاندان کا ایک شخص تھا جو راستے میں بیٹھا ہوتا تھا اور لوگوں کو بہکانے کی کوشش کرتا تھا لیکن کوئی اس کی نہیں سنتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اسی طرح بیٹھا وہ یہ باتیں کرر ہا تھا کہ دو زمیندار سادہ سے آدمی قادیان آرہے تھے ان میں سے ایک کو روک کر اس نے یہ باتیں شروع کیں اور چونکہ شکل سے وہ اچھا خاصہ کوئی شریف انسان معلوم ہوتا تھا انہوں نے بڑی توجہ سے بات سنی۔ جب وہ باتیں سن چکا تو اس نے آگے بڑھ کر چھا مار لیا یعنی اسے اپنی بانہوں میں لپیٹ لیا اور اپنے ساتھی کو آواز دے کر بلایا کہ دوڑ کر آؤ اور پھر اس نے کہا کہ دیکھو ہم سنا کرتے تھے کہ انبیاء کے رستہ میں شیطان بھیس بدل کر بیٹھا کرتے ہیں یہ وہ شیطان ہے۔ آج خدا کی بات پوری ہوگئی جو ہم نے سنا تھا کہ ہر نیکی کے رستہ پر شیطان بیٹھا ہوتا ہے، تم نے کبھی دیکھا نہیں تھا آ کر اس کا منہ دیکھ لو۔ یہ ہے واقعہ جس میں سے ایک حصہ توڑ کر پیش کیا گیا ہے کہ گویا حضرت مصلح موعودؓ واقعۃً اسے بڑا بزرگ انسان سمجھتے تھے اور یہ اس کی گواہی پیش کر رہے ہیں کہ وہ خاندان کا آدمی تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کیا کرتا تھا۔ تو سارے خاندان میں سے ان معاندین کو دو شخص ہی ملے ہیں ایک مرزا امام دین چور اور دوسرا یہ شیطان اور ان کی گواہیاں پیش کر کے وہ خوش ہو رہے ہیں حالانکہ ان سے بہت بڑے بڑے شیطان پہلے گزر چکے ہیں بلکہ انبیاء کے وقت میں اور انبیاء کے رشتہ داروں میں سے گزر چکے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ انسان دشمنی میں اندھا ہو جاتا ہے اور اسے یہ خیال ہی نہیں آتا کہ میں کیا باتیں کر رہا ہوں اور اس سے پہلے کیا کچھ گزر چکا ہے۔ انبیاء کے نزدیکی رشتہ داروں کی مخالفتوں کے بہت سے حوالے ہیں لیکن سر دست میں انہیں چھوڑتا ہوں اور اس وقت ان کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

ایک اور بڑا زبردست **اعتراض** انہوں نے یہ کیا ہے کہ پہلا زمانہ تو غربت کا تھا روٹی بھی ٹھیک طرح میسر نہیں آتی تھی، سرمایہ نہیں تھا، پیسے ہی نہیں تھے اس لئے کمائی نہیں ہوتی تھی چنانچہ وہ اس سرکاری رسالہ میں لکھتے ہیں:

”مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر و فاقہ

اور بڑی خستہ حالی سے بسر کیں وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں بھی توقع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینہ بھی کما سکیں کیونکہ ان کے پاس سرمایہ نہ ہونے کے برابر تھا''۔

(قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ نمبر ۱۱)

ایسی غلط بیانی کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ لکھتے ہیں کہ مجھے جائیداد کی کوئی پرواہ نہیں تھی مجھے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ وہ ہے کہاں میں تو خدا کو یاد کرتا تھا اور دین کی تعلیم میں مگن رہتا تھا۔ آپ یا تو مسجد میں ملا کرتے تھے یا فقیروں میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور اپنا کھانا بھی غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے جب کہ معاندین ایک ایسا منظر پیش کر رہے ہیں کہ جیسے کوئی شخص کسی منڈی میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس سرمایہ نہیں وہ بمشکل دس روپے کما سکتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کا ساری دنیا کو پتہ ہے اور ان کے اپنے مولوی جو شدید ترین مخالف ہوئے وہ آپ کے حق میں گواہیاں دینے والے ہیں، سکھ گواہیاں دینے والے ہیں، عیسائی گواہیاں دینے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کی عجیب کیفیت تھی۔ امارت ہوتے ہوئے غربت قبول کر لی۔ دستر خوان بچھے ہوئے چھوڑ کر اپنے حصہ کی روٹی لے کر باہر نکل جایا کرتے تھے اور غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ فاقے کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ پیسے دو پیسے کے چنے لے کر کھا لیا کرتے تھے لیکن ان مخالفین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طرز عمل اسلام کے لئے ایک بہت ہی سنگین خطرہ نظر آیا اور انہوں نے یہ کہا کہ سارے عالم اسلام کو بیدار ہو جانا چاہئے اتنا بڑا خطرہ کہ ایک شخص اپنے گھر کی روٹی اپنی ذات کے لئے استعمال کرنے کی بجائے کسی غریب پر خرچ کر رہا ہے۔

اس کے بعد جو اگلا اعتراض کیا ہے وہ بھی افتراء کا ایک کمال ہے کہتے ہیں کہ:

''جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدد، محدث اور نبوت کے) شروع کئے ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہوگی اور عمر کے آخری سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت

اعزاز ہوتا تھا اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت سے کھیلتے رہے ان کا معیار زندگی کا اتنا بلند ہو گیا کہ خود ان کے پیروکار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے“۔ (قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ نمبر ۱۱)

ایک طرف تو یہ اعتراض ہے اور دوسری طرف ایسے انبیاء کو انبیاء تسلیم کرتے ہیں جن کے رہن سہن اور بود و باش کا یہ منظر ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق لکھا ہے کہ زر و جواہر اور مال و دولت کی افراط اور فراوانی کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی شان و شوکت اور تزک و احتشام کی مثال اس سے پہلے کی تاریخ سے نہیں ملتی اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے دو سو ڈھالیں اور تین سو سپریں خالص سونے کی بنوائی تھیں۔

یہ تو ایک مصنف کی بات ہے بائبل کے اصل حوالوں سے جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ تو حیرت انگیز ہے۔ ا۔سلاطین باب نمبر ۱۰ میں لکھا ہے کہ:

”چاندی کا ایک بھی نہ تھا سلیمان کے ایام میں اس کی کچھ قدر نہ تھی“۔

یعنی آپ کا جو سامان برتن وغیرہ تھے ان میں سے کوئی بھی چاندی کا نہ تھا۔ سارے سونے کے تھے چاندی کی قدر نہیں رہی تھی۔ پھر لکھا ہے:

”آپ کا تخت ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر نہایت اعلیٰ قسم کا خالص سونا منڈھا ہوا تھا اس تخت کی چھ سیڑھیاں تھیں اور تخت کے اوپر کا حصہ پیچھے سے گول تھا پشت کے پاس دو شیر کھڑے تھے اور ان چھ سیڑھیوں کے دونوں طرف بارہ شیر کھڑے تھے تخت کا پائیدان خالص سونے کا تھا اتنا شاندار تخت اس زمانہ میں کہیں موجود نہیں تھا“۔

پھر لکھتے ہیں:

”بادشاہ نے یروشلم میں افراط کی وجہ سے چاندی کو تو ایسا کر دیا جیسے پتھر“۔

(ا۔سلاطین ۱۰: ۱۸۔۲۸)

یعنی سونا اتنا زیادہ تھا اتنی دولت تھی اتنی جاہ و حشم تھی کہ چاندی تو گویا پتھروں اور کنکریوں کی

طرح ہوگئی۔ یہ تو ایک معمولی سا نقشہ ہے اس زمانہ کی جو تفصیلات بائیبل میں ملتی ہیں اگر آپ انہیں پڑھیں تو حیران رہ جائیں۔ بائیبل کو چھوڑ یئے قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی سلطنت کے زمانہ کے جو واقعات مختصر درج ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی سلطنت تھی گویا پھر اس کے بعد کبھی بھی ایسی سلطنت نہ دیکھی جائے گی۔ پس اپنے اس تمام شاہانہ تزک و احتشام کے باوجود یہ سچے نبی تھے اور اپنے دین کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے۔ لیکن اگر ان کی یہ بات سچی ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کے بعد بہت کمائی کی (جو کہ بالکل جھوٹی بات ہے) اور اس کمائی کے نتیجہ میں لکھ پتی شمار ہونے لگے اور ان کے مریدوں نے بھی آپ پر دل آزاری اور بیزاری کا اظہار کیا یہ اتنا بڑا جھوٹ اور ایسا بڑا افتراء ہے کہ اس پر تعجب ہوتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت میں کس طرح دل خوف خدا سے خالی ہو گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرید کیا کہتے تھے اور انہوں نے آپؑ کو دعویٰ نبوت کے بعد کس حال میں دیکھا وہ سنئے:

> ''ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آئے ہوئے تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سے لحاف منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ لئے بیٹھے تھے اور ایک صاحب زادہ جو غالباً خلیفۃ المسیح الثانی تھے پاس لیٹے تھے اور ایک شتری چوغہ انہیں اوڑھا رکھا تھا اس پر انہیں معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا لحاف بھی طلب کرنے پر مہمانوں کے لئے بھیج دیا تھا''۔

یہ تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شاہانہ بودو باش جس پر ان کو اعتراض ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** آپ نے عیش و عشرت میں وقت گزارا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ:

> ''میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہیئے ہمارا کیا ہے رات گزر ہی جائے گی۔ نیچے آ کر میں نے نبی بخش نمبردار کو بہت برا بھلا کہا کہ تم

حضرت صاحب کا لحاف بچھونا بھی لے آئے۔ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا جس کو دے چکا ہوں اس سے کس طرح واپس لوں۔ پھر میں مفتی فضل الرحمان صاحب یا کسی اور سے ٹھیک یاد نہیں رہا لحاف بچھونا مانگ کر اوپر لے گیا۔ آپؑ نے فرمایا کسی اور مہمان کو دے دو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی اور میرے اصرار پر بھی آپ نے نہ لیا اور فرمایا کسی مہمان کو دے دو پھر میں وہ واپس لے آیا“۔

(اصحاب احمد جلد چہارم روایات ظفر روایت نمبر ۶۷ صفحہ ۱۸۰)

ایک اور واقعہ سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ پر اس طرح درج ہے کہ:

”مجھے ایک اور صاحب نے سنایا کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خادم کے طور پر حضور کے سفروں میں ساتھ چلا جایا کرتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سفروں میں ساتھ پیدل چلتے تھے یا کبھی میں زیادہ اصرار کرتا تو کچھ وقت کے لئے خود سوار ہو جاتے تھے اور باقی وقت مجھے سواری کے لئے فرماتے تھے اور جب ہم منزل پر پہنچتے تھے تو چونکہ وہ زمانہ سستا تھا حضور مجھے کھانے کے لئے چار آنے کے پیسے دیتے اور اپنی شاہانہ آن بان کیا تھی؟ خود ایک آنے کی دال روٹی منگوا کر چنے بھنوا کر گزارہ کرتے تھے اور آپ کی خوراک بہت ہی کم تھی“۔

ایک اور مرید کی بات سن لیجئے۔ لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو ملنے اندرون خانہ گیا کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضرت اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی محبت سے پوچھا۔ مولوی صاحب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے

لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے“۔

(سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب صفحہ نمبر ۳۶)

یہ ہے اسلام کے لئے ”عظیم الشان خطرہ“ ایسے ایسے نیک لوگ ہوں گے تو ان مولویوں کا اسلام کہاں باقی رہے گا۔ یہ ہے اصل خطرہ جو عوام سے چھپا رہے ہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب گواہی دیتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا:

”جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق اور سرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا مجھے اس وقت حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو“۔ (ملفوظات جلد ا صفحہ ۲۱۶)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جو کچھ آتا تھا وہ اسی رفتار سے اللہ کی راہ میں واپس چلا جاتا تھا وہ کلیۃً خدمت دین پر خرچ ہو رہا تھا اور جب بھی آپ کی جیب خالی ہوتی تھی تو آپ اس غربت پر زیادہ لطف اٹھاتے تھے کیونکہ آپ کو یقین کامل تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے کام ضرور پورے گا۔ آپ پر ایسے وقت بھی آئے کہ بسا اوقات مہمان زیادہ آگئے اور خرچ کم ہو گیا تو حضرت اماں جان کے زیور بیچنے کی نوبت بھی آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر وقت پر مدد فرمائی اور یہ سلسلہ جاری و ساری رکھا۔ یہ ہے وہ تعیش کی زندگی جس پر پاکستان کے اس سرکاری رسالے کو اعتراض ہے۔

منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے“۔

(میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ طرز زندگی بتا رہا ہوں جو ان مخالفوں کی نزدیک شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہے)

''اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی دریدہ تھے حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے جو یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''آؤ میاں نظام دین صاحب ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں''۔ یہ فرما کر حضور مسجد کے ساتھ کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا''۔ (اصحاب احمد جلد چہارم روایات ظفر روایت نمبر ۴۲ صفحہ ۱۵۹)

یہ ہے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ جو ان کو اسلام کے لئے ایک نہایت ہی خوفناک خطرہ دکھائی دے رہا ہے اور وہ یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری زندگی میں لکھ پتی، کروڑ پتی ہو کر اپنے رشتہ داروں کے لئے بے شمار دولت چھوڑی تھی اور یہ کہ آپ کا پہلا زمانہ اور تھا اور آخری زمانہ اور تھا، یہ نقشہ وہ کھینچ رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وفات سے ایک دن پہلے کا حال کیا تھا سنئے۔

بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی نومسلم کی گواہی ہے کہ جس دن صبح کے وقت حضور نے فوت ہونا تھا اس سے پہلی شام کو جب حضور فٹن میں بیٹھ کر سیر کیلئے تشریف لے جانے لگے تو مجھے خصوصیت کے ساتھ فرمایا:

''میاں عبدالرحمان! اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے وہ ہمیں صرف اتنی دور تک لے جائے کہ ہم اسی روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں''۔

(سیرت المہدی روایات بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی واصحاب احمد جلد ۹ صفحہ ۲۷۸)

وہ روپیہ دینے کے بعد وفات کس حال میں ہوئی اس کے بارہ میں ہماری پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مرحومہ فرماتی ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت ہماری اماں جان نے ہمیں بلایا اور فرمایا۔ بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا''۔

(سیرت المہدی۔ روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

پس اس زمانہ کے لوگ جو خود عیاشیوں میں مبتلا ہیں، جو پیسے کی خاطر ایمان بیچ رہے ہیں۔ جو روٹی کی خاطر جھوٹ اور افترا سے باز نہیں آتے، جو جھوٹ کے بدلے خدا کی آیات بیچ کر دولتیں سمیٹ رہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ **نعوذ باللہ من ذالک** آپ نے آخری زمانہ عیش وعشرت میں بسر کیا اور یہ دعویٰ کر کے کہ میں مجدد ہوں دولت کی ریل پیل ہوگئی تھی۔ اگر مجددیت کے دعویٰ کے نتیجہ میں یہ سلوک ہوتا تو ہر جھوٹا، ہر بدکردار مجدد بن جایا کرتا۔ اس صورت میں تم لوگ بھی مخالفوں میں شمار نہ ہوتے بلکہ صف اول کے مجددین ہوتے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ تو بالکل اور سلوک ہوا کرتا ہے۔ ان پر تو بہت ظلم ہوتے ہیں، ان کی جائیدادیں غصب کر لی جاتی ہیں، ان کے مال چھین لئے جاتے ہیں، ان کے ماننے والوں کے مال لوٹ لئے جاتے ہیں، ان کی دکانیں تباہ کر دی جاتی ہیں، ان کے کاروبار برباد کر دیئے جاتے ہیں، ان کی ساری عمر کی کمائیوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے جلا دیا جاتا ہے۔

پس جب سچے دعویٰ کرتے ہیں تو ان سے یہ سلوک ہوا کرتا ہے لیکن جھوٹوں کے ساتھ یہ معاملات نہیں ہوا کرتے۔ آج تک تو ہم یہی سنت دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ تم کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ قدیمی سنت کے برعکس سلوک ہوا ہے۔

حقیقت تو یہی ہے کہ جب سے آدمؑ پیدا ہوئے اس وقت سے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک دنیا نے صرف ایک ہی نظارہ دیکھا ہے کہ وہ جو سب سے زیادہ ہر دل عزیز ہوا کرتا تھا جسے

سب نعمتیں حاصل ہوا کرتی تھیں، جب اس نے خدا کے نام پر ایک دعویٰ کیا تو تمام اعزہ واقارب ان کے شدید جانی دشمن بن گئے، اپنے بھی دشمن ہوئے، دوست بھی دشمن ہوئے غیر تو پہلے ہی غیر تھے۔ اور پھر اس مدعی کو ہر چیز سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہی واقعہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ گزرا مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کی بارشیں نازل فرمائیں لیکن حکومتی رسالہ کے لکھنے والے کو کوئی احساس نہیں ہوا اور کوئی خیال نہیں آیا کہ تاریخ اسلام کیا سبق دے رہی ہے اور وہ اس قسم کے ناپاک، لغو اور جھوٹے حملے کر کے اسلام کو کیا تقویت دے رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا کیا حال تھا؟ وہی ابو ہریرہؓ جسے فاقوں سے غش پڑ جایا کرتے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ مرگی کا دورہ ہے لہذا بعض لوگ جوتیاں مارا یا سونگھایا کرتے تھے کیونکہ عرب سمجھتے تھے کہ مرگی کا یہی علاج ہے جبکہ وہ غریب تو مرگی سے نہیں فاقوں سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ خدا تعالیٰ کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ قربانی کرنے والوں کی قربانی کو کبھی ضائع نہیں فرماتا اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ پر زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کسریٰ کا وہ شاندار رومال جو وہ اپنے لباس میں سجاوٹ کے لئے نمایاں طور پر دکھانے کے لئے لگایا کرتا تھا وہ رومال جو شاہی عظمت کی نشانی ہوا کرتا ہے (وہ تھوکنے کے کام نہیں آیا کرتا۔ وہ تو محض دکھاوے کے لئے ہوتا ہے اس سے بادشاہ کی عظمت اور شوکت نمایاں ہوتی ہے) جب کسریٰ کی حکومت فتح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی رومال حضرت ابو ہریرہؓ کو پیش کر دیا انہوں نے اس رومال پر تھوکا اور پھر کہا ''بخ بخ ابو هريرة'' واہ واہ ابو ہریرہ تیری کیا شان ہے آج محمد مصطفیٰ ﷺ کی جوتیوں کے صدقے تو کسریٰ کے رومال پر تھوک رہا ہے۔

(بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة حدیث نمبر 6779)

پس یہ تو درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے کوئی کمی نہیں آنے دی ہر طرف سے دولتوں کی ریل پیل تھی مگر خدا کی قسم آپ آخر وقت تک دنیا کی دولتوں کے منہ پر تھوکتے ہی چلے گئے اور کبھی ان سے پیار نہیں کیا۔ ایک وقت ایسا تھا کہ آپ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے کھایا کرتے تھے اس سے ہمیں انکار نہیں لیکن غربت کی وجہ سے نہیں سرمایہ کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ آپ کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور پھر وہ وقت بھی آیا جبکہ لاکھوں انسان آپ کے دستر

خوان سے کھانا کھانے لگے پس یہ تھی وہ دولت کی ریل پیل جو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی اور وقت کے ہر نبی اور اس کے ماننے والوں سے یہی سلوک ہوا کرتا ہے۔آج جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو رہا ہے اور کل آپ کی اولادوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا چلا جائے گا۔ معاندین جلتے رہیں گے اور جل کر خاکستر ہوتے چلے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ آپ کی جانوں میں بھی برکت دیتا چلا جائے گا، آپ کے اموال میں بھی برکت دیتا چلا جائے گا اور خدا کی قسم وہ دن بھی آئیں گے کہ آپ قیصر و کسریٰ جیسے شہنشاہوں کے رومالوں پر تھوکیں گے اور کہیں گے ”**بخ بخ ابوھریرہ!** اے مسیح موعود کے غلامو! تمہاری کیا شان ہے کہ آج خدا نے تمہیں وہ مقام عطا فرمایا کہ بادشاہوں کے کپڑوں پر تھوکتے ہو جبکہ بادشاہوں کا یہ حال ہوگا کہ مسیح موعود کے کپڑوں کے لئے ترسا کریں گے اور ان سے برکت ڈھونڈیں گے۔ وہ کپڑے جو بظاہر بوسیدہ ہوں گے جن کو وقت نے دھندلا دیا ہوگا جن کو احتیاط سے ہاتھ لگایا جائے گا کہ کہیں ہاتھ لگانے کی وجہ سے پھٹ نہ جائیں۔ خدا کی قسم وہ وقت ضرور آئے گا کہ بادشاہ مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور رحمتیں بھیجیں گے اور آپ پر سلام بھیجیں گے اور ان لوگوں پر لعنت بھیجیں گے جنہوں نے جھوٹ اور افترا سے ہر قسم کے گندے الزام لگائے اور خدا کا کوئی خوف نہ کیا۔